فیض آور جالب ؔکی نمائندہ نظموں میں ترقی پسند عناصر

بلقیاز خان، پی ایچ ڈی، اسکالر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور
پروفیسر ڈاکٹر محمد عباس، پروفیسر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور

ABSTRACT:

Progressive movement started in 1936 in Sub Continent. This movement influenced Urdu literature. As far as poetry is concerned, it was greatly influenced by this movement. A lot of poets took part in this movement. Faiz and Jalib were also among these poets. Fiaz was an active member of progressive movement. He wrote poems which are a reflection of progressive movement. Jalib was also the member of progressive movement. He accepted prison, punishment and fine, but did not leave this movement. The article is about both the poets and their role in progressive movement.

ادب ایک انکشاف ہے۔ بڑا ادیب معاشرے اور فرد کے باطنی تموجات اور محرکات کا سراغ لگاتا ہے، جو پنہاں ہے اس کو عیاں کرتا ہے اور حقائق ہستی کے ان گوشوں کو روشن کرتا ہے جو عموماً ہماری نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔ ہر صاحب فکر شاعر کی اپنی مخصوص لفظیات اور رمزیات ہوتی ہیں جن کے سہارے وہ اپنی بات دوسروں تک پہنچاتا ہے۔

فیض احمد فیض بلاشبہ موجودہ دور کے ایک بہت بڑے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں رومان کے ساتھ ساتھ احتجاج کا پہلو بھی نمایاں ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری میں ظلم، بربریت، استحصال اور جبر کے خلاف آواز اٹھائی اور جابروں، ظالموں اور آمروں کے نظریات کے خلاف قلمی جہاد کیا۔

فیض دورِ حاضر کے ترقی پسند شاعری کے بڑے اور سچے نمائندے ہیں لیکن ان کے کلام میں یہ رنگ آہستہ آہستہ اُبھرا۔ ان کو غریبوں کی حمایت کا احساس اور بازار میں مزدوروں کے گوشت کی خرید و فروخت کا غم تو ابتداء ہی سے تھا لیکن وہ اس شرمناک صورتِ حال کو اجداد کی میراث تصور کرکے دل کو تسلی دیتے تھے۔

اجنبی ہاتھوں کا بے نام گراں بارِ ستم
آج سہنا ہے ہمیشہ تو نہیں سہنا ہے (۱)

فیض کی ترقی پسند تحریک سے وابستگی پر اظہار خیال کرتے ہوئے ڈاکٹر نسرین بیگم لکھتی ہیں:

''ترقی پسند تحریک کا اثر فیض ؔ کی شاعری پر گہرا ہوا اور یہ تحریک فیض ؔ کو رومان کی وادی سے انقلاب کی دنیا میں لے آئی۔ اس تحریک نے ان کی شاعری کے حسن کو جلا بخشی اور اسے نئے انداز سے روشناس کرایا۔''(۲)

فیض احمد فیض ؔ نے مرتے دم تک ترقی پسند تحریک کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنایا۔ آپ نے نہایت کٹھن حالات میں غریبوں، مزدوروں اور بے کسوں کے جذبات کی ترجمانی کی۔ وہ تاحیات اپنے نظریے پر کاربند رہے۔

بقول نوشین توقیر:

''فیض ؔ صاحب وہ ترقی پسند ادیب تھے جنہوں نے ہر حال میں اس کے نظریات کا ساتھ دیا۔ انہوں نے ہزاروں سختیاں سہنے کے باوجود اپنے نظریات سے اور اپنے نظریات کے پرچار سے منہ نہ موڑا۔ انہوں نے دنیا بھر کے محنت کشوں کو اتحاد کا پیغام دیا۔''(۳)

فیض کی شاعری ترقی پسند تحریک کی نمائندگی کرتی ہے۔ ان کی شاعری میں قومی اور بین الاقوامی حالات کی بہترین عکاسی سامنے آتی ہے۔ آپ کی شاعری انسان دوستی کے جذبات سے معمور ہے۔

بقول افتخار شفیع:

''فیض احمد فیض ؔ انجمن ترقی پسند مصنفین کے ذریعے اردو ادب میں وارد ہوئے، انہوں نے انسان دوستی کے جذبات کے ساتھ آزادی کی عالمی تحریکوں تک رسائی حاصل کی۔ فیض کی شاعری کا کینوس چونکہ خاصا وسیع تھا اس لئے انہوں نے اپنی شاعری میں ذات کے ساتھ قومی اور بین الاقوامی حالات کو بھی موضوع سخن بنایا۔''(۴)

۱۹۳۶ء میں جب ترقی پسند تحریک کی بنیاد رکھی گئی تو فیض اس میں خاصے سرگرم تھے۔ وہ حقیقت پسندی کے ساتھ ساتھ قوت عمل کی بھرپور ترجمانی کرنے لگے تھے۔ آپ کی مشہور نظم ''رقیب سے'' میں آپ کے ترقی پسند خیالات کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔

جب کبھی بکتا ہے بازار میں مزدور کا گوشت
شاہراہوں پہ غریبوں کا لہو بہتا ہے

آگ سی سینے میں رہ رہ کے اُبلتی ہے نہ پوچھ
اپنے دل پر مجھے قابو ہی نہیں رہتا ہے(۵)

فیضؔ ہمیشہ طبقاتی اونچ نیچ کے مخالف رہے۔ان کے خیال میں مزدوروں، بے کسوں اور لاچاروں کے حقوق سلب کرنا یاان پر ظلم کرنانہایت قبیح عمل ہے۔ان کی نظم ''کتے'' میں اشاریت کے پردے میں طبقاتی اونچ نیچ کے تلخ نتائج کے امکانات پر اظہار خیال کیا گیا ہے:

''یہ مظلوم مخلوق گر سر اٹھائے
تو انسان سب سرکشی بھول جائے
یہ چاہیں تو دنیا کو اپنا بنالیں
یہ آقاؤں کی ہڈیاں تک چبالیں
کوئی ان کو احساسِ ذلت دلادے
کوئی ان کی سوئی ہوئی دُم ہلادے''(۶)

۱۹۷۱ء کی جنگ میں پاکستانی فوج نے مشرقی پاکستان میں رہائش پذیر لوگوں پر گولیاں چلائیں۔دوسرے شعراء کی طرح فیضؔ نے بھی اس واقعہ کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ان کی نظم "حذر کرو میرے تن سے" آپ کے احساسات اور جذبات کی عکاس ہے:

''سجے تو کیسے سجے قتلِ عام کا میلہ
کسے بہائے گا میرے لہو کا واویلا
مرے نزاد بدن میں لہو ہی کتنا ہے
چراغ ہو کوئی روشنی نہ کوئی جام بھرے''(۷)

۱۹۶۴ء کے انتخابات میں صدر ایوب خان نے محترمہ فاطمہ جناح کے خلاف کامیابی حاصل کی۔اس کامیابی کی خوشی میں ان کے فرزند گوہر ایوب نے کراچی میں جشن منایا۔ جشن کے دوران گولیاں چلیں اور فسادات ہوئے۔فیضؔ نے اس واقعہ کے خلاف اپنی شاہکار نظم ''لہو کا سراغ'' تخلیق کر کے سخت احتجاج کیا:

''کہیں نہیں ہے کہیں بھی نہیں لہو کا سراغ

نہ دست و ناخن قاتل نہ آستین پہ نشان
نہ سرخئ لب خنجر نہ رنگِ نوکِ سناں
نہ خاک پر کوئی دھبا نہ بام پر کوئی داغ''(۸)

حبیب جالب ترقی پسند شعراء میں اعلیٰ مقام و مرتبہ پر فائز ہیں۔ انہوں نے جہاں بھی ظلم دیکھا وہاں قلمی جہاد اپنا اولین فرض سمجھا۔ ہر جابر کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ صدر ایوب کے خلاف سب سے پہلی گرج دار آواز جالبؔ ہی کی تھی۔
بقول صفدر میر:

''آزادی کے بعد ابتدائی دور میں ترقی پسند شاعروں کا عام موضوع یہ احساس تھا کہ انڈیا اور پاکستان کے حکمران طبقات کے درمیان اور سامراجی طاقتوں کے درمیان ایک گہرا قریبی رشتہ ہے۔ جالبؔ جب ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہوئے تو انہوں نے بھی اسی مسئلے کو اپنی شاعری کا موضوع بنالیا۔''(۹)

بلاشبہ جالب کی شاعری پاکستانی پسِ منظر میں پروان چڑھی اور انہوں نے اپنے ملک کے غریب، لاچار اور مظلوم عوام کے رنج والم اور تکالیف کی آئینہ داری کی۔ مگر حقیقی شاعری کی طرح ان کی شاعری کسی ملک، خطے، ذات قوم یا نسل تک محدود نہیں۔
بقول سعید انجم:

''ان کی شاعری آفاقی ہے اور وہ دنیا کے تمام مظلوم افراد کی ترجمانی کرتی ہے اور وہ پاکستان کے ہی نہیں تمام دنیا کے مظلوم اور ستائے ہوئے عوام کو ظلم و جبر کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لئے ہمت بندھاتے اور کہتے ہیں:

کوئی تو پرچم لے کر نکلے اپنے گریباں کا جالبؔ
چاروں جانب سناٹا ہے دیوانے یاد آتے ہیں''(۱۰)

جالبؔ نے ہمیشہ ہر جابر کے خلاف آواز اٹھائی، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، لعن طعن کا سامنا کیا لیکن کبھی کسی کے سامنے سر جھکایا نہ کسی کے مظالم کی پرواہ کی۔ بغاوت، احتجاج اور انقلاب کا نعرہ لگا کر غریبوں، بے کسوں اور لاچاروں کے ہاں میں ہاں ملائی۔ آپ نے نہایت نامساعد حالات میں قوم کی ترجمانی کی۔
پروفیسر علی احمد فاطمی رقم طراز ہیں:

''حبیب جالب براہ راست باغی اور انقلابی مزاج کے شاعر تھے بل کہ مزاج کیا احتجاج و انقلاب ہی ان کا سب کچھ تھا جس کے لئے انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، لیکن کبھی خاموش رہے اور نہ سمجھوتہ کیا۔''(۱۱)

جنرل ایوب نے ۱۹۵۶ء کا آئین منسوخ کر کے پاکستان میں ۱۹۶۲ء کا آئین نافذ کیا۔ اس آئین میں حبیب جالب کو کچھ خامیاں نظر آئیں اور مذکورہ آئین کے خلاف احتجاج کر کے اپنی مشہور اور شاہکار نظم ''دستور'' تخلیق کی۔

میں بھی خائف نہیں تختۂ دار سے
میں بھی منصور ہوں کہہ دو اغیار سے
کیوں ڈراتے ہو زنداں کی دیوار سے
ظلم کی بات کو، جہل کی رات کو
میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا (۱۲)

اپنی شہرہ آفاق اور مقبول ترین نظم "دستور" کے متعلق جالب رقم طراز ہیں:

''یہ زمانہ مارشل لاء کا خوف ناک تھا۔ اتفاق سے ایک مشاعرہ ہو گیا۔ یہ مشاعرہ مری میں تھا۔ جہاں پاکستان کے شاعروں کی ریم اکٹھی تھی۔ سب وہاں موجود تھے۔ اس زمانے میں منظور قادر وزیر قانون ہوا کرتے تھے، وہ بھی تھے۔ جب میں مائیک پر آیا اور کہا کہ آج خلاف معمول نظم عرض کروں گا اور نظم کا عنوان ہے "دستور" جب میں نے لفظ دستور کہا تو ناظم مشاعرہ نے مجھے روکنا چاہا۔ میں نے کہا ہٹ جاؤ آج میں آمریت کو لہولہان کر کے چھوڑوں گا اور میں نے نظم "دستور" ترنم سے پڑھنا شروع کر دی۔ اس کے بعد دس سال تک مری میں میرا داخلہ ممنوع قرار دیا۔''(۱۳)

ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں مشہور اداکارہ ممتاز سے چلنے کو کہا گیا۔ ممتاز کے انکار پر بھٹو کے کارندوں نے اس کو زبردستی لے جانے کی دھمکی دی۔ حبیب جالب نے اس واقعہ کو نظم کی شکل دے کر زبردست احتجاج کیا۔ نظم "ممتاز" ملاحظہ ہو:

''قصرِ شاہی سے یہ حکم صادر ہوا لاڑکانے چلو

ورنہ تھانے چلو

اپنے ہونٹوں کی خوشبو لٹانے چلو گیت گانے چلو

ورنہ تھانے چلو

منتظر ہیں تمھارے شکاری وہاں کیف کا ہے سماں

اپنی آنکھوں کا جادو جگانے چلو مسکرانے چلو

ورنہ تھانے چلو"(۱۴)

جالب کہتے ہیں:

"ممتاز کو لاڑکانے شاہِ ایران ہی کے سامنے مجرا کرنے کے لئے لے جایا جارہا ہے تو حبیب جالب خاموش کیوں ہے؟ آغا گل تو یہ کہہ کر اٹھ گئے، مگر میں ان کے دفتر سے اس وقت اٹھا جب یہ نظم (ممتاز) مکمل ہوئی۔"(۱۵)

۱۹۷۰ء میں عام انتخابات میں شیخ مجیب الرحمٰن کی پارٹی کو واضح اکثریت مل گئی۔اس لئے حکومت بنانا ان کا حق تھا، لیکن ہمارے حکمرانوں نے ان کے ساتھ ایسا نہ کیا۔ جس کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں فسادات کا سلسلہ شروع ہوا۔فوج نے مشرقی پاکستان میں اپنے ہی لوگوں پر گولیاں چلائیں۔جالب نے اس دلخراش واقعہ کے بارے میں اپنی شاہکار نظم "بگیاں لہو لہان" تخلیق کی:

"چھلنی ہیں کلیوں کے سینے خون میں لت پت

اور نہ جانے کب تک ہو گی اشکوں کی برسات

دنیا والو کب بیتیں گے دکھ کے یہ دن رات

خون سے ہولی کھیل رہے ہیں دھرتی کے بلوان

بگیاں لہو لہان"(۱۶)

جنرل محمد ضیاء الحق نے اپنی حکومت کو طول دینے کے لئے ملک میں ریفرنڈم کا اعلان کیا۔لوگوں نے ہاں یا نہیں میں اپنا حقِ رائے دہی استعمال کیا۔ جس کی بنیاد پر جنرل محمد ضیاء الحق مزید پانچ سال کے لئے پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔جالب نے اس ریفرنڈم کے خلاف اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار اپنی نظم "ریفرنڈم" میں کیا۔ نظم ملاحظہ ہو۔

''شہر میں ہو کا عالم تھا
جن تھا یا ریفرنڈم تھا
قید تھے دیواروں میں لوگ
باہر شور بہت کم تھا''(۱۷)

العرض فیضؔ اور جالبؔ ہی وہ دو نامور شعراء ہیں جنہوں نے ترقی پسند ہونے کا عملی ثبوت دیا۔ اگرچہ انہیں اس کی قیمت بھی چکانی پڑی، لیکن فن اور فکر کا سودا نہ کیا۔

حوالہ جات

(۱) سبط حسن، سخن در سخن، حوری نورانی کراچی، ۲۰۱۶ء، ص: ۱۱۷

(۲) نسرین بیگم ڈاکٹر، فیض کی شاعری میں انقلاب کا تصور، مشمولہ، فیض شناسی کے جدید زاویے، طیب شمشاد پرنٹرز، لاہور ۲۰۱۵، ص: ۱۵۲

(۳) نوشین توقیر، فیض۔۔۔۔عشق و انقلاب کا شاعر، مشمولہ، شاعرِ خوش نوا۔ فیض احمد فیضؔ، حنیف پرنٹرز، لاہور، ص: ۳۸۸

(۴) افتخار شفیع، فیض احمد فیضؔ اور تحریک آزادی فلسطین، مشمولہ، ماہ نو، ۲۰۱۳ء، ص: ۱۰۱

(۵) فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، مکتبہ کارواں لاہور، س ن، ص: ۶۴

(۶) ایضاً، ص: ۸۰

(۷) ایضاً، ص: ۴۵۳

(۸) ایضاً، ص: ۳۹۵

(۹) صفدر میر، حبیب جالبؔ ایک جنگجو شاعر، مشمولہ، سعید پرویز، میں طلوع ہو رہا ہوں، جالب پبلی کیشنز کراچی ۲۰۰۵ء، ص: ۳۵

(۱۰) سعید انجم، جالب کے دو کبوتر، مشمولہ طلوع افکار جالب نمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۴۳

(۱۱) ایضاً، ص: ۱۶

(۱۲)حبیب جالب، کلیات جالب، طاہر سنز پبلشرز لاہور، ۲۰۱۰، ص: ۱۴۰

(۱۳)حبیب جالب، جالب بیتی، طاہر سنز پبلشرز لاہور، ۲۰۱۳، ص: ۵۸

(۱۴)حبیب جالب، کلیات جالب، طاہر سنز پبلشرز لاہور، ۲۰۱۰، ص: ۳۵۸

(۱۵)مجاہد بریلوی، جالب جالب، جمہوری پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۱۱، ص: ۲۲

(۱۶)حبیب جالب، کلیات جالب، طاہر سنز پبلشرز لاہور، ۲۰۱۰، ص: ۲۳۸

(۱۷) ایضاً، ص: ۳۵۱